AL-QALAM القلم

ISSN 2071-8683 e-ISSN 2707-0077

Volume 25, Issue, 2, 2020

Published by Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

اہل کتاب سے اخذ واستفادہ۔ایک تجزیاتی مطالعہ

Deriving and Benefiting from Ahl-e-Kitab An Analytical Studies

**Tariq Mahmood*

***Dr. Muhammad Abdullah*

* PhD Scholar, Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University, Lahore, Pakistan

** Professor, Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University Lahore, Pakistan

Abstract

Historical evidences prove that primary sources of Islam remained safe from all types of distortions and alterations. The chain of narration was the basic tool that was used from primordial epoch till the age of compilation for safe transmission of sacred texts of Islam. The sayings of the Holy Prophet (S.A.W) that are technically named Hadith and life history of the Prophet Hazrat Muhammad (S.A.W) that is termed as "Seerah" are two disciplines of Islamic Knowledge that had been carefully and safely transferred to us through the medium of narration. It is a matter of fact many disciples of the Holy Prophet (S.A.W) who embraced Islam, were previously Jews or Christians. Similarly companions of these disciples were many who accepted Islam from Judaism or Christianity. It has been questioned that what is legal value of their narrations? If they disclosed something about the biblical traditions, are they acceptable?

اہل کتاب کا تعارف

اہل کتاب ایک مخصوص قرآنی اصطلاح ہے قرآن عظیم نے ہی اس کا تعارف کروایا اور اسی نے اسے رائج کیا یہاں تک کہ متعدد مقامات پر اس کا استعمال مختلف انداز میں ہوا ہے کبھی ''یا اھل الکتاب'' اور کبھی صرف ''اھل الکتاب'' کہہ کر کبھی ''اوتوالکتاب'' اور بعض جگہوں پر ''بنی اسرائیل'' کہہ کر مخاطب کیا گیا جیسے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ[1] "ان اہل کتاب کو وہ عہد بھی یاد دلاؤ جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا تھا کہ تمہیں کتاب کی تعلیمات کو پھیلانا ہو گا انہیں پوشیدہ نہیں رکھنا ہو گا

۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد کا ذکر فرمایا ہے اس کی مزید تشریح ہمیں اس آیت میں ملتی ہے کن اہل کتاب سے عہد کا ذکر ہے لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا[2] "ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اوران کی طرف بہت سے رسول بھیجے "اور ایک جگہ پر" **اہل انجیل**" بھی کہا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں مذکور یہ اصطلاحات عام طور پر یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے استعمال کی گئی ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو اہل کتاب اس لئے مانا جاتا ہے کیونکہ ان کا عقیدہ ان کتابوں پر مشتمل ہے جنہیں یہودونصاریٰ آسمانی کتابیں تسلیم کرتے ہیں اور جن کا ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے۔

" قرآن مجید کے اندازِ تخاطب میں اہل کتاب کے لئے "بنی اسرائیل" کی اصطلاح بھی استعمال ہوئی ہے اور جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہاں بنی اسرائیل سے یہودی وعیسائی مراد ہیں۔ "یہودی وعیسائی یانصرانی اصل میں بنی اسرائیل میں سے ہیں، اور پہلے پہل صرف بنی اسرائیل نام ہی مشہور و معروف تھا، یہودیا یہودی اور یہودی مذہب کا نام تیسری صدی قبل مسیح سے معروف ہوا۔ اور یہود اصل میں یہوذ تھا جو حضرت یعقوبؑ کا بیٹا "یہوذا" کے نام سے منسوب ہے۔ یہودا اسی کی نسل وخاندان کو کہا جاتا ہے جو دین موسیٰؑ پر قائم تھا، یہوذ چلتے چلتے یہود پڑ گیا اور اسی نام سے آج قوم آباد ہے اور مذہب بھی اسی نام سے موجود ہے۔ بنی اسرائیل یا یہودی قوم میں اللہ تعالیٰ نے کئی پیغمبروں کو ان کی ہدایت کے لئے بھیجا، چنانچہ سب سے زیادہ نبی اسی یہودی قوم میں بھیجے گئے۔ حضرت یعقوبؑ کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا گیا، چنانچہ یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ وغیرہ وغیرہ۔ یہودی ویہودیت کی طرح عیسائیت یا عیسائی کا نام بھی بعد کے زمانے کی پیداوار ہے۔ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کی قوم میں بھیجے گئے، چنانچہ آپؑ کے لائے ہوئے مذہب کو آپؑ ہی کے نام سے منسوب کرکے "عیسائیت" کہا جانے لگا اور اس مذہب کو ماننے والے کو "عیسائی" کہا جانے لگا۔"[3]

اہل کتاب کے تحقیق کے سلسلہ میں دو اقوال منقول ہیں ؛ایک جمہور اور دوسرا احناف، چنانچہ جمہور کے نزدیک یہودونصاریٰ کو اہل کتاب کہا جاتا ہے اور احناف کے ہاں اہل کتاب ہر اس شخص یا قوم کو کہا جاتا ہے جو کسی نبی پر ایمان رکھتا ہے اور کسی بھی آسمانی کتاب کو مانتا ہے جیسے یہودونصاریٰ کے ساتھ ساتھ صحف ابراہیمؑ، صحف شیثؑ، صحف موسیٰ وغیرہ پر ایمان رکھنے والے بھی بقول احناف اہل کتاب میں شامل ہیں۔

اس حوالے سے "الموسوعۃ الفقہیۃ" میں مذکور ہے کہ:

ذهب الجمهور الفقهاء الى ان (اهل الكتاب) هم: اليهود والنصارىٰ بفرقهم المختلفة۔ وتوسع الحنفية فقالوا : ان اهل الكتاب هم ؛كل من يومن بنبى ويقرر بكتاب، و يشتمل اليهود والنصارىٰ، و من اٰمن بزبور داؤد، و صحف ابراهيم و شيث، وذلک؛ لانهم يعتقدون ديناً سماوياً منزلاً بكتاب۔ واستدل الجمهور بقوله

تعالیٰ" اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰي طَاۗىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۔ "،قالوا:ولان تلک الصحف کانت مواعظ و امثالاً لاحکام فیھا،فلم یثبت لھا حکم الکتب المشتملة علی الاحکام ۔والسامرة من الیھود،و ان کانوا یخالفونھم فی کثیر الاحکام ۔[4]

"جمہور کا قول ہے کہ یہود و نصاریٰ اور اس کے تمام فرقے اہل کتاب کہلائے جاتے ہیں۔اور احناف کے ہاں اہل کتاب ہر وہ شخص ہے جو کسی نبی پر ایمان رکھے اور کسی کتاب الٰہی کو مانے،اور اس میں یہود و نصاریٰ،اور حضرت داؤد کی زبور اور حضرت ابراہیم و شیث کے صحائف پر ایمان لانے والے داخل ہیں،اس لئے کہ یہ لوگ آسمانی دین کو جس کے ساتھ کتاب نازل ہوئی ہے ،مانتے ہیں۔جمہور کی دلیل یہ فرمان باری تعالیٰ ہے :" **ان تقولوا انماانزل الکتاب علی طائفتین من قبلنا**"اور اس لئے بھی کہ کہیں تم یہ نہ کہنے لگتے کہ کتاب تو بس ان دو گروہوں پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے۔اور انہوں نے کہا: اور اس لئے کہ ان صحائف میں مواعظ و امثال تھیں،احکام نہ تھے ،لہذا ان کا حکم ان کتابوں کا سا نہیں جن میں احکام تھے۔سامر یہ یہودیوں میں سے ہیں اگرچہ اکثر احکام میں ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔"

امام راغب اصفہانی(م۔1108ھ)اہل کتاب کی اصطلاح کے بارے میں لکھتے ہیں: کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔

حیثما ذکر اللہ تعالیٰ اہل الکتاب فانما اراد بالکتاب التوراہ والانجیل وایاھما جمیعا[5]

"جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کاذکر فرمایاوہاں کتاب سے مراد صرف تورات اور انجیل ہی لیا" بالفاظ دیگر عرف میں اہل کتاب سے مراد صرف اور صرف یہود و نصاریٰ ہیں[6] کیونکہ وہی تورات اور انجیل کے قاری ہیں۔"

امام ابو بکر جصاصؒ(م۔370ھ)نے بھی اس بات کی توثیق کی ہے کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہی ہیں۔وہ احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

قولہ تعالیٰ " من الذین اوتوالکتاب"فان اھل الکتاب من الکفار ھم الیھود و النصاریٰ لقولہ تعالیٰ" ان تقولوا انماانزل الکتاب علی طائفتین من قبلنا"[7]

سید فضل الرحمن اہل کتاب کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جو تورات و انجیل پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ کسی ایسی کتاب پر ایمان رکھتے ہوں اور اس کو وحی الٰہی قرار دیتے ہوں جس کا کتاب اللہ ہونا قرآن و سنت سے ثابت نہ ہو تو وہ لوگ اہل کتاب میں داخل نہیں جیسے مشرکین مکہ، مجوس، بت پرست، ہندو، بدھ، آریا، سکھ وغیرہ۔ اس زمانے میں غیر مسلموں کے جتنے فرقے اور جماعتیں موجود ہیں ان میں سے صرف وہ یہود و نصاریٰ ہی اہل کتاب میں شمار ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوں اور تورات و انجیل کو آسمانی کتب مانتے ہوں باقی مذاہب میں سے کوئی بھی اہل کتاب میں داخل نہیں"[8]

ابن قدامہؒ (م۔630ھ) اور ڈاکٹر وہبہ الزحیلیؒ (م۔1436ھ) کے نزدیک اہل کتاب سے مراد یہود و نصاری ہی ہیں یعنی وہ حضرات جو تورات یا انجیل کو ماننے والے ہیں۔

"المغنی مع الشرح الکبیر" کے مصنف فرماتے ہیں:

واهل الكتاب الذين هذا، حكمهم هم اهل التوراة و الانجيل قال الله تعالى:(ان تقولوا انماانزل الكتاب على طائفتين من قبلنا) فاهل التوراة اليهود والسامرة و اهل الانجيل النصارىٰ ومن وافقهم فی اصل دينهم من الافرنج و الارمن و غيرهم ـ[9]

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی (م۔1436ھ) اہل کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

الكتابية هى التى تؤمن بدين سماوى،كاليهودة و النصرانية۔و اهل الكتاب:هم اهل التوراة والانجيل،لقوله تعالىٰ:(ان تقولوا انماانزل الكتاب على طائفتين من قبلنا)[10]

البتہ فقہاء اور متکلمین نے حدیث پاک کی بنا پر مجوس وغیرہ کو بھی اہل کتاب کے ساتھ شمار کیا ہے۔

اس بارے میں عبد الکریم شہرستانی (م۔548ھ) فرماتے ہیں:

" اہل کتاب وہ لوگ ہیں جو ملت حنیف اور شریعت اسلامیہ سے فارغ ہیں اور شریعت و احکام اور حدود و اعلام کے قائل ہیں ان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کے پاس کتاب محق ہے مثلا تورات و انجیل، اور قرآن پاک میں اہل کتاب کہہ کر ان کو تخاطب کیا گیا ہے دوسرے وہ جو کہ شبہ کتاب کے حامی ہیں جیسے مجوس اور معنویہ۔ کیونکہ جو صحیفے حضرت ابراہیمؑ پر نازل ہوئے تھے انہیں مجوس کی بدعتوں کی وجہ سے اٹھالیا گیا، لہذا ان کے ساتھ عہد و ذمہ باندھنا جائز ہے ان کے ساتھ یہود و نصاریٰ

کا سا معاملہ رکھا جائے گا کیونکہ وہ بھی اہل کتاب ہیں تاہم ان کے ساتھ نکاح کرنا اور ان کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ ان پر سے کتاب کو اٹھالیا گیا ہے"[11]

اس تصریح سے ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید میں اہل کتاب سے مراد فی الحقیقت یہود و نصاریٰ ہی ہیں البتہ اسلامی ریاست میں ابھرنے والے بعض معاشرتی انتظامی امور کی بناپر فقہی سطح پر کچھ معاملات میں مجوس وغیرہ کو بھی اہل کتاب کی صف میں رکھا جائے گا اس شمولیت کی بنیاد وہ حدیث ہے جس میں جب مجوس ہجر کے بارے میں سوال اٹھاتو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سنوا بهہم سنةاہل الكتاب غيرناكحی نساءهم ولا آكلی ذبيحهم[12]

ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا سلوک کرو البتہ ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو اور نہ ان کا ذبیحہ کھاؤ۔

الغرض یہ کہ بعض ریاستی معاملات کو نمٹانے کی غرض سے مجوس و معنویہ حتیٰ کہ متعدد ائمہ فقہاء کے نزدیک دیگر کافرین و مشرکین کے ساتھ بھی یہود و نصاریٰ کا سا سلوک کیا جائے گا۔[13] کیونکہ درج بالا حدیث پاک سے یہی ماخوذ ہے کہ مجوس اہل کتاب میں شامل نہیں ہیں۔[14] بلکہ ریاستی پیچیدگیاں سلجھانے کے لیے ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا معاملہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے مناکحت اور ان کا ذبیحہ کھانے سے ممانعت فرمائی گئی۔ جبکہ اہل کتاب کے ضمن میں یہ چیزیں جائز ہیں اس سے ثابت ہوا کہ اہل کتاب کی اصطلاح جہاں بھی استعمال ہوئی اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہی ہوں گے۔ نیز وہ گروہ جو مشرکین کے زمرے میں آتے ہیں وہ اہل کتاب میں شامل نہیں۔

اس ضمن میں علامہ ابن نجیم مصریؒ (م۔970ھ) کمال بن الھمام (م۔861ھ) کی "فتح القدیر" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ويدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التی استحسنوها، والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية[15]

"بت پرستوں میں سورج اور چاند کو پوجنے والے اور اپنی پسندیدہ مورتیوں کو پوجنے والے اور فرقہ معطلہ، زندیق، باطنیہ اور اباحیہ فرقے بت پرست مشرکین میں داخل ہیں۔"

جب درج بالا فرقے مشرکین میں داخل ہیں تو اہل کتاب سے یہ خارج ہیں جس سے ثابت ہوا کہ اہل کتاب سے مراد صرف دو گروہ یہود و نصاریٰ ہی ہیں۔

اہل کتاب سے اخذ و استفادہ

اہل کتاب سے اخذ و استفادہ جائز ہے یا جائز نہیں ہے۔ اس کی بابت ذیل میں قرآن وحدیث کے دلائل وبراہین پیش کئے جاتے ہیں تاکہ اس بات کا تعین کیا جاسکے کہ اہل کتاب سے اخذِ روایات کی کلی ممانعت ہے یا ان سے اخذ و استفادہ کی اباحت ہے اور اگر جواز و اباحت ہے تو کس حد تک؟ اور اگر ممانعت ہے تو کیوں؟ اہل کتاب سے اخذ و استفادہ کے تین پہلو ہو سکتے ہیں۔ اہل کتاب کی روایات کو کلیتاً قبول کر لیا جائے یا کلیتاً انہیں رد کر دیا جائے یا ان میں سے بعض کو جو صحیح ہیں قبول کر لیا جائے اور ضعیف کو رد کر دیا جائے۔ ان تینوں پہلوؤں کے لئے اہلِ علم قرآن وحدیث میں سے دلائل نقل کرتے ہیں۔ یہاں ان تینوں پہلوؤں کے دلائل کا احاطہ کیا جاتا ہے۔ نیز اخذ و استفادہ اور عدم اخذ و استفادہ کے دلائل میں مطابقت کی راہ بھی تلاش کی جائے گی۔

اہل کتاب سے اخذ و استفادہ کے دلائل

اہلِ علم اہل کتاب سے اخذ و استفادہ کی اباحت میں قرآنِ حکیم کی آیات سے دلائل پیش کرتے ہیں مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون[16]- اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

اس آیت میں اہل کتاب سے سوال کر کے تصدیق کر لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اہل کتاب قبول روایت کے معاملہ میں علی الاطلاق کاذبین ہوتے تو ان سے سوال کر کے رسولوں کی بشریت کے تاریخی مسئلہ پر شہادت لے لینے کا حکم نہ دیا جاتا۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کسی تاریخی مسئلہ میں اہل کفر سے روایت قبول کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ضرورت کے وقت مستحسن عمل بن جاتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں صاحب تفسیر خازن تحریر فرماتے ہیں:

یعنی اهل الکتاب وهم الیهود ولنصاریٰ و انما امرهم الله بسوال اهل الکتاب[17]

یعنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ، اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو ان سے سوال کر کے اس بات کی تصدیق کا حکم دیا کہ تمام انبیاء جنس بشر سے ہی آتے رہے۔

ابن عجیبہ (م۔1224ھ) تحریر فرماتے ہیں:

اهل الکتاب ، او علماؤهم الاحبار، الذین لم یسلموا، لانهم لایتهمون فی شهادتهم[18]

"اہل کتاب کے علماء احبار سے سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے لیکن وہ شہادت کے معاملے میں انہیں متہم نہیں سمجھتے تھے۔"

قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صٰدقین[19]

"آپ(ﷺ) فرمادیں! لاؤ توریت اور پڑھو اگر تم سچے ہو۔"

مفسرین عظامؒ اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اہل کتاب سے رجوع کا ثبوت ملتا ہے۔[20]

علامہ سید محمود آلوسی (م۔1270ھ) اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

ومما يدل على حل الرجوع اليها۔اى۔التوراة۔فى الجملة قوله تعالى: قل فاتوا بالتوراة فاتلوها ان كنتم صٰدقين ۔وقد كان المومنون من اہل الكتاب كعبدالله بن سلام وكعب الاحبار ينقلون منها ما ينقلون من الاخبار،ولم ينكر ذلک ولا سماحة احد من اساطين الاسلام ،ولا فرق بين سماع ما ينقلونه منه و بين قراته فيها و اخذه منها،وقد رجع اليها غير واحد من العلاماء فى الزام اليهود و الاحتجاج عليهم ببعض عباراتها فى اثبات حقيقة بعثته۔ﷺ[21]

"قرآن مجید کی آیت قل فاتوا بالتوراة فاتلوها ان كنتم صٰدقين تورات کی جانب رجوع کی حلت پر دلالت ثابت کرتی ہے۔اور اہل کتاب مسلمان جیسے عبد اللہ بن سلام اور کعب الاحبار' اہل کتاب سے منقول اخبار نقل کرتے ہیں اور ان کے اس عمل پر اساطین اسلام میں سے کسی نے بھی نکیر نہیں فرمائی۔ان سے منقول روایات کا سماع اور ان سے ماخوذ قرآت میں فرق سے کام نہیں لیا۔ اور متعدد علماء عظام نے آپ ﷺ کی بعثت کے برحق ہونے کے اثبات میں انہی کی عبارات سے یہود کے خلاف دلائل قائم کئے ہیں۔"

امام ذہبیؒ (م۔748ھ) فیصلہ کن انداز میں کہتے ہیں:

وهذا صريح فى جواز الرجوع الى التوراة والاحكام اليها[22]

یہ آیت تورات کی جانب رجوع کرنے اور اس سے احکام لینے کے سلسلے میں صریح ہے۔

فَاِنۡ كُنۡتَ فِىۡ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ فَسۡـَٔلِ الَّذِيۡنَ يَقۡرَءُوۡنَ الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكَ [23]

"اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں جو ہم نے تم پر نازل کی ہے کچھ شک ہو تو جو لوگ تم سے پہلے اتری ہوئی کتابیں پڑھتے ہیں، ان سے پوچھ لو۔"

بعض اہل تفسیر کے نزدیک کُنت سے خطاب رسول ﷺ کو ہے۔[24] اس آیت قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے اہل کتاب سے دریافت کرنا مباح قرار دیا ہے۔اسی طرح آپ ﷺ کی امت کے لیے بھی اہل کتاب سے سوال مباح قرار پاتا ہے۔جو اصول آپ ﷺ کے لیے اللہ کے حکم سے مقرر ہو وہ آپ ﷺ کی امت کے لیے بھی لازم ہوتا ہے۔جب تک کہ آپ ﷺ کے لیے کوئی خصوصی دلیل نہ پائی جائے یہاں امر باحت کے لیے ہے۔[25]

وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَسۡتَ مُرۡسَلًا ؕ قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًاۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ ۙ وَمَنۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡكِتٰبِ [26]

"اور کافر لوگ کہتے ہیں، کہ آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں، کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور وہ شخص جس کے پاس آسمانی کتاب کا علم ہے گواہ کافی ہے۔"

مولانا ثناء اللہ (م۔1367ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ان لوگوں کی شہادت کافی ہے جن کے پاس اللہ کی کتابوں کا علم ہے یعنی ایمان رکھنے والے اہل کتاب کی شہادت کافی ہے۔ جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام وغیرہ۔۔ اللہ نے کفار مکہ سے فرمایا کہ اگر تم کو محمد ﷺ کی رسالت کا یقین نہیں ہے تو اہل کتاب سے دریافت کر لو۔ معتبر اہل کتاب تصدیق کریں گے اور محمد ﷺ کی نبوت کی شہادت دیں گے۔"[27]

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی اہل کتاب سے رجوع کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتم [28]

"فرمادیں کہ بھلا دیکھو تو! اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے اس سے انکار کیا اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اسی طرح کی ایک کتاب کی گواہی دے چکا اور ایمان لے آیا اور تم نے سرکشی کی۔"

مفسرین کے نزدیک ماقبل میں مذکور آیت کی طرح اس آیت قرآنی میں بھی اعلیٰ کردار کے حامل اہل کتاب سے رسول خدا ﷺ کی نبوت کی تصدیق کے لیے دریافت کرنا مباح ثابت ہوتا ہے۔[29]

درج بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے سوال کرنے کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ فیصلہ کے لئے توراۃ کو بطور سند پیش کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات کو بطور شہادت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے اخذ و استفادہ بھی جائز ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے فرمودات و اعمال سے اہل کتاب کی جانب رجوع کے ثبوت ملتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بعض یہودیوں کو تورات کی تلاوت کرتے ہوئے پایا تو توجہ کے ساتھ (تورات کی تلاوت) سنی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی سند سے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی حدیث نقل فرمائی ہے۔ آپ کہتے ہیں اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ کو کسی آدمی کو جنت میں داخل کرنے کے لیے بھیجا (اس طرح کہ) آپ ﷺ ایک مرتبہ کلیسا میں داخل ہوئے دیکھا کہ ایک یہودی تورات کی آیات کی تلاوت کر رہا ہے۔ جب وہ ان کلمات تک پہنچا جہاں نبی ﷺ کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ تو (ان کے پڑھنے سے) رک گیا۔ (اس یہودی کے ایک طرف ایک بیمار شخص موجود تھا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں اس کی تلاوت سے کس چیز نے روک دیا؟ مریض نے کہا! دراصل یہ ان کلمات تک پہنچ کر رک گیا ہے جہاں نبی ﷺ کی صفات کا ذکر ہے۔ پھر مریض اٹھا اور تورات لے کر تلاوت شروع کر دی یہاں تک کہ ان آیات تک پہنچ گیا جہاں پر نبی ﷺ اور ان کی امت کی صفات کا بیان تھا تو

کہنے لگا! یہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کی صفات ہیں۔(پھر یہ کہتے ہوئے)"اشہد ان لا الہ الا اللہ،وانک رسول اللہ"(مسلمان ہو گیا)اسلام میں داخل ہونے والے یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد مر گیا تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا یہ تمہارا بھائی ہے۔[30]

اہل کتاب سے اخذ واستفادہ کی ایک دلیل نبی کریم ﷺ کا نصرانی نو مسلم کی اطلاع کو اہمیت دینا ہے۔

امام مسلم (م۔256ھ) نے حضرت فاطمہ بنت قیس کے طریق سے روایت کی ہے:

قالت: قال رسول الله بعد ان اجمع الناس۔انی و الله ما جمعتکم لرغبة ولا لرھبة ولکن جمعتکم لان تمیم داری کان رجلاً نصرانیاً فجاء فبایع و اسلم ، و حدثنی حدیثاً وافق الذی کنت۔احدثکم عن مسیح الدجال۔۔الخ[31]

"حضرت فاطمہ بنت قیس روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے لوگوں کو جمع کرنے کے بعد فرمایا اللہ کی قسم میں نے لوگوں کو کسی رغبت ولالچ کی غرض سے نہیں جمع کیا۔ میں نے تو صرف اس لیے جمع کیا کہ عیسائی شخص تمیم داری جو کہ اب مسلمان ہو گیا ہے اس نے بتایا ہے کہ اس مسیح دجال کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ جس کے بارے میں'میں نے تمہیں باخبر کیا تھا"۔

صحابہ کرام کا کتب اہل کتاب سے روایت ومطالعہ کرنا بھی ان سے اخذ واستفادہ کا جواز فراہم کرتا ہے۔

امام ذہبیؒ (م۔748ھ) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے سوانح خاکہ میں تحریر کرتے ہیں:

" اصاب جملة من کتب اہل الکتاب و ادمن النظر فیھا ورای فیھا عجائب"[32]

امام ذہبیؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو اہل کتاب کی جو کتابیں حاصل ہوئی آپ نے ان کا مطالعہ بھی کیا۔ جس کے ذریعے ان میں موجود حیرت انگیز باتوں کا علم ہوا۔

حافظ ذہبی حضرت عبد اللہ بن سلام کے ترجمہ میں کہتے ہیں:

" انه (ان عبد الله بن سلام) جاء الی النبیﷺ وقال: انی قرات القرآن و التوراة فقال! اقرا ھذا لیلة و ھذا لیلة"

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن سلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہوں اور تورات بھی پڑھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک رات ایک کی تلاوت کرو اور دوسری رات دوسری کی تلاوت کیا کرو۔

اس روایت کے نقل کرنے کے بعد ذہبیؒ فرماتے ہیں!

ان صح۔فقیه الرخصة فی تقریر التوراة وتدبرھا۔[33]

اگر یہ روایت درست مانی جائے تو اس میں تورات کے پڑھنے اور اس میں غور وفکر کی رخصت مفہوم ہوتی ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ (م۔774ھ) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث کی بابت تعلیقاً تحریر کرتے ہیں:

وفی صحة الحدیث نظر و لعله من کلام عبد الله بن عمرو من زاملتیه التین وجدهما یوم الیرموک[34]

حافظ ابن کثیر کے کلام سے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے پاس اہل کتاب کی کتابوں کا ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ جو انہیں جنگ یرموک والے دن حاصل ہوئی تھیں۔

حافظ ذہبی حضرت ابو ہریرہؓ (م۔57ھ) کا سوانحی خاکہ پیش کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

انه لقی کعبا فجعل یحدثه، و یساله فقال کعب : ما رایت احد لم یقرا التوراة اعلم بما فیها من ابی هریرة[35]

"حضرت کعب کہتے ہیں مجھے حضرت ابو ہریرہؓ سے ملاقات کا موقع ملا ان سے روایت حدیث اور سوال جواب سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ ابو ہریرہ تورات کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے شخص ہیں"۔

بعض علماء کے نزدیک اولادِ اسرائیل سے اخذ روایت کی اجازت ہے۔ امام بخاری اپنی الجامع الصحیح میں ایک روایت نقل کرتے ہیں:

عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال بلغوا عنی ولو اٰیة و حدثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج،ومن کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار[36]

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگوں کو میرا پیغام پہنچاؤ اگرچہ کوئی چھوٹی سے بات تمہارے علم میں آئے اور بنی اسرائیل سے روایت کرو۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ جس کسی نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تلاش کرے۔

نبی کریم ﷺ کا تین بنی اسرائیلی افراد کا قصہ سنانا بھی اہل کتاب سے اخذ و استفادہ کی واضح دلیل ہے۔

یہ قصہ تین افراد سے متعلق ہے۔ ان میں سے ایک گنجا، دوسرا کوڑھی اور تیسرا اندھا تھا۔ یہ تینوں افراد قوم بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اصول کے مطابق ان کی آزمائش کا فیصلہ کیا۔ لہذا انہیں آزمانے کے لیے ایک فرشتہ بھیجا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی سے ان کے جسمانی نقائص دور کر دیئے اور انہیں مالا مال کر دیا۔ جب یہ لوگ مالی اور بدنی اعتبار سے اچھی حیثیت کے مالک ہو گئے تو پھر اللہ کے حکم سے فرشتہ آیا۔ اس بار فرشتے نے خود کو بے یار و مددگار مسافر ظاہر کیا۔ اور باری باری ان میں سے ہر ایک سے مدد کا طالب ہوا ۔ صرف اندھا اس آزمائش میں کامیاب ہوا اور اپنا مال فرشتے کو دینے کی پیش کش کی۔ فرشتے نے جواباً کہا یقیناً اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو گیا اور تیرے دونوں ساتھیوں پر اس کا غضب ہوا۔[37]

مذکورہ بالا حدیثی دلائل سے اخذ ہوتا ہے کہ اہل کتاب کی طرف مسائل کے فہم کے سلسلہ میں استفادہ کرنا اور ان سے سوالات کرنا جائز ہے۔

اہل کتاب سے عدمِ اخذ و استفادہ کے دلائل:

قرآن حکیم اور رسول اکرم ﷺ کی احادیث دو ایسی عظیم الشان دستاویزات ہیں۔ جو نسلِ انسانی کے لیے پیغام ہدایت ہیں۔ قرآن مجید وہ نسخہ کیمیا ہے جو تمام کتب سابقہ کے لیے ناسخ ہے۔ اس کے نزول کے بعد اب سابقہ کتب سماویہ کی حیثیت و اہمیت جاتی رہی۔ اس کی شرح و توضیح کے لیے نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ سب سے بہتر اور انتہائی قابل اعتماد ماخذ شریعت ہے۔ لہذا ان کے ہوتے ہوئے ایسے واقعات و حوادث میں اپنا وقت و توانائی صرف کرنا جن کی حقیقت و اصلیت مشکوک ہو۔ جن کا ذریعہ حصول شکوک و شبہات سے آلودہ ہو اور احکام شریعت میں جنکا کوئی عملی مقام و حیثیت نہ ہو سراسر وقت و توانائی کا ضیاع ہے۔ مذکورہ حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اہلِ علم کے قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ سے مستنبط ایسے دلائل پیش کئے جائیں گے جن سے اہل کتاب سے اخذِ روایات کی ممانعت کا ثبوت ملتا ہے۔

قرآن میں اہل کتاب سے عدمِ اخذ و استفادہ کے محکم دلائل موجود ہیں کیونکہ یہود کتاب اللہ میں تحریف کے مرتکب ہوئے۔ ارشاد ربانی ہے:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِه[38]

"کتاب اللہ کے الفاظ کو انتہائی مناسب ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں۔"

یہ آیت قرآنی یہود کی بدترین حرکت یعنی کتاب اللہ میں تحریف کا واضح ثبوت ہے۔

اس ضمن میں صاحب تدبر قرآن رقمطراز ہیں۔

"یہود کی پس پردہ سازشوں سے پردہ اٹھایا جارہا ہے۔۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے کلام اور اس کے احکام کا موقع و محل اور اس کا محل مصداق متعین ہوجانے کے باوجود اس کو اسکے موقع و محل سے ہٹا دیتے ہیں جس سے حکم کا مقصد بالکل فوت ہو کر رہ جاتا ہے۔۔۔یہود اپنے صحیفوں میں جس طرح تحریف لفظی کے مرتکب ہوئے اس طرح اس انطباقی تحریف کے بھی مرتکب ہوئے۔ خاص طور پر تعزیرات و حقوق کے باب میں تو انہوں نے اس خنجر تحریف کو اس بے دردی کے ساتھ استعمال کیا کہ شریعت کی کوئی حد و تعزیر بھی اس سے سلامت نہ رہ سکی۔"[39]

صاحب احسن البیان یہود کے چہرے سے اس طرح نقاب کشائی کرتے ہیں:

"یہ لوگ حق کی عداوت میں تورات کے کلمات میں تحریف کر ڈالتے ہیں۔۔ گویا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت کو اپنی نفسانی خواہشات کے تابع رکھنا چاہتے ہیں"[40]

اہل کتاب سے عدم اخذ و استفادہ کی ایک دلیل یہود کی کذب بیانی بھی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَقَوْلِهِمْ عَلٰي مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا[41]

"انہوں نے حضرت مریم پر سخت بہتان لگایا"

صاحب احسن البیان یہود کی اس بہتان تراشی کا پردہ ان الفاظ میں چاک کرتے ہیں:

"یہاں قوم یہود کے گناہوں کا ذکر چل رہاہے اس ضمن میں بقول مفسر (قوم یہود نے) حضرت مریمؑ پر زناکاری جیسی بدترین اور شرمناک تہمت لگائی اور اسی زناکاری کے عمل سے حضرت عیسیٰؑ کا پیدا ہونا بتایا"[42]

یہود کا جانتے بوجھتے حق سے انحراف کرنا بھی اہل کتاب سے عدم اخذ و استفادہ کی غمازی کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ [43]

"اور ان میں ایک گروہ اللہ کا کلام سنتا تھا پھر وہ جان بوجھ کر اسے بدل ڈالتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے"

علامہ شوکانی(م۔1250ھ)اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"والمراد من التحریف انهم عمدوا الی ما سمعوه من التوراة فجعلوا حلاله حراما او نحو ذلک مما فیه موافقة لاهوائهم لتحریفهم صفة رسول اللهﷺ و اسقاط الحدود عن اشرافهم"[44]

اس آیت میں تحریف سے مراد یہ ہے کہ یہود تورات سے سنی ہوئی بات میں جان بوجھ کر تحریف و تبدیلی کیا کرتے تھے " حلال چیز کو حرام، حرام چیز کو حلال کر لیتے یا اس طرح کر لیتے جو ان کی نفسانی خواہشات کے مطابق ہوتا۔ جیسا ان کا رسول ﷺ کی صفات میں تبدیلی کرنا اور اپنی اشرافیہ سے حدود ختم کر دینا مفسرین کے مطابق یہ قوم اپنی اغراض نفسانی کی اسیر تھی۔[45]

قول حق سے عمداً باطل کی جانب رخ اختیار کرنا بھی علماء کے نزدیک اہل کتاب سے اخذ و استفادہ کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ [46]

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی رسول اس کتاب کی تصدیق و تائید کرتا ہوا آیا جو ان کے پاس پہلے سے موجود تھی، تو ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کتاب اللہ کو اس طرح پس پشت ڈالا گویا کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں۔"

کتاب اللہ کے شارحین کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ قوم یہود کے پاس خود انکی کتابوں میں نبی کریم ﷺ کے متعلق واضح نشانیاں موجود تھیں۔ لیکن انہوں نے نبی کریم ﷺ کو نبی آخر کی حیثیت سے پہچان لینے کے باوجود عمداً حق سے انحراف کیا اور آپ ﷺ کی تکذیب کی۔[47] یعنی جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے حالانکہ وہ

تورات وغیرہ کتب کے مصدق تھے تو یہود کی ایک جماعت نے خود تورات کو پس پشت ڈال دیا کہ وہ جانتی ہی نہیں کہ یہ کیا کتاب ہے"[48]

اہل کتاب سے اخذ واستفادہ کے عدم جواز کی ایک دلیل قوم یہود کی جدال پسندی ہے۔ ارشادربانی ہے:

قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰه[49] "کہو تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ۔"

"حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ اور دیگر انبیاء علیہم اسلام کی بابت یہود اور نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ وہ یہودی یا نصرانی تھے دروغ صریح ہے"[50]

سابقین کے متعلق اہل کتاب سے استفتا کی ممانعت بھی ان سے اخذ واستفادہ کرنے کی ممانعت کی دلیل ہے ارشاد ربانی ہے:

وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا[51] "اور نہ ان کے بارے میں ان سے کچھ دریافت ہی کرنا۔"

"یہ قصہ اصحاب کہف کے متعلق نازل ہونے والی آیت ہے اس میں بتایا جارہا ہے کہ وحی الٰہی کے ذریعہ سے قصہ اصحاب کہف کی جتنی معلومات دے دی گئی تھی ان پر قناعت فرمائیں کہ بالکل کافی ہیں، زائد کی تحقیقات اور لوگوں سے سوال وغیرہ میں نہ پڑیں۔۔دوسرے لوگوں سے دونوں طرح سے سوال کرنا ممنوع کر دیا گیا یعنی تحقیق مزید کے لیے ہو یا مخاطب کی تجہیل ورسوائی کے لیے ہو"[52]

بلا تحقیق لوگوں کی بات پر یقین کی ممانعت بھی اہل کتاب سے اخذ واستفادی کی ایک دلیل بن سکتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَـهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ[53]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچادو اور تمھیں اپنے کیے پر شرمندہ ہونا پڑے۔"

ڈاکٹر بلگرامی (م۔2001ء) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"جس طرح حصول فیض سے محرومی کا باعث بے ادبی ہے۔ اس طرح بدگمانی معاشرے کو تباہ کرتی ہے۔ اور قاطع محبت ثانی ہوتی ہے۔ اس لیے اے مسلمانوں! ادھر اُدھر کی باتوں پر بلا تحقیق کیے بھروسہ نہ کیا کرو"[54]

"جہاں ایک عام کلیہ بھی مل گیا کہ باہمی تعلقات میں کسی ایک شخص کے کہے پر اعتبار کر کے کوئی اقدام نہیں کرنا چاہیے جب تک خبر کی پوری تصدیق نہ ہو جائے کاروائی نہیں کرنی چاہیے"[55]

یہودی علماء دین کا چند سکوں کے عوض بک جانا ان سے اخذ و استفادہ کے عدم جواز کا واضح ثبوت ہے۔
ارشاد ربانی ہے:

فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ [56]

"تو ان کے لیے خرابی ہے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس پر تھوڑی سی قیمت لے لیں سو خرابی ہے ان کے لئے اپنے ہاتھوں سے لکھے ہوئے کی اور خرابی ہے ان کے لئے اس بناء پر جو انہوں نے کیا"۔

صاحب معارف القرآن یہود کی تحریف پر یوں گرفت کرتے ہیں:

"عوام کی رضاجوئی کے لیے غلط مسلط مسئلے بتادینے سے ان کو کچھ نقد و غیر وصول ہو جاتا تھا اور ان کی نظر میں وقعت اور وقار بھی رہتا تھا اس غرض سے توریت میں لفظی اور معنوی پھیر پھار بھی کرتے رہتے تھے۔۔۔۔کچھ تو ان کے علماء کی تعلیم ناقص اور مخلوط ہے اور پھر اوپر سے ان میں فہم کی کمی ہے ایسی صورت میں بجز بے بنیاد خیالات کے حقائق واقعیہ کی تحقیق کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔ بقول شخصے! کریلا اور نیم چڑھا اس میں مٹھاس کہاں۔ اور چونکہ ان کی توہم پرستی میں ان کے علماء کی خیانت بڑا سبب ہے۔ اس لیے جرم میں بھی وہ عوام سے زیادہ ہوئے "[57]

صاحب بیان القرآن اس بابت مزید لکھتے ہیں۔

" جب عوام میں علم کتاب نہ رہا تو تحریف کا موقع خوب مل گیا۔ یہ آیت بائبل کی تحریف لفظی پر قطعی شہادت ہے آخری الفاظ میں علماء کی بداعمالیوں کی طرف اشارہ ہے۔"[58]

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں عدم قبولیت کی وجہِ استنباط یہ ہے کہ ان آیتوں میں صراحت ہے کہ اہل کتاب نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریفات و تغیرات کیں اور بہت سی چیزوں کو مخفی رکھا جو ان کی نفسانی خواہشات سے متصادم ہوتیں۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی کتب قابلِ اعتبار نہیں رہیں۔ لہٰذا ان سے روایت کرنا صریحاً جائز نہ ہے۔

اہل کتاب سے اخذ و استفاہ کا رد احادیث نبویہ ﷺ کے تناظر میں بھی ملتا ہے۔ مثال کے طور پر چند احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں۔

حدیث مبارکہ میں اہل کتاب کی باتوں پر سکوت اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جو کہ ان سے اخذ و استفادہ کی عدم اباحت کی دلیل ہے۔ اس ضمن میں امام بخاری (م۔256ھ) روایت کرتے ہیں:

"كان اهل الكتاب يقرؤن التوراة بالعبرانية ويفسرونها لاهل الاسلام فقال عليه الصلاة والسلام:لا تصدقوا اهل ا لكتاب و لاتكذبوهمؤوقولوا امنا بالله وما انزل اليناؤ[59]

"اہل کتاب عبرانی میں تورات پڑھتے ہیں اور اہل اسلام کے سامنے اس کی تفسیر بیان کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نہ تو اہل کتاب کی باتوں کی تصدیق کیا کرو اور نہ ہی تکذیب کیا کرو اور کہہ دو ہم تو اللہ اور اس کے نازل کردہ احکامات پر ایمان لائے۔"

اہل کتاب کی تحریر پڑھتے دیکھ کر آپ ﷺ کا ناراضگی کا اظہار فرمانا بھی ان سے عدم استفادہ کا جواز فراہم کرتا ہے۔

یہ حدیث حضرت جابر بن عبداللہ (م۔74ھ) سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ایک کتاب پڑھ رہے تھے۔(یہ کتاب آپ کو اہل کتاب میں سے کسی نے دی تھی) نبی کریم ﷺ نے (یہ دیکھ کر) ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے اس وقت جب کہ تمہارے درمیان موجود ہوں تو تم اس کتاب میں کیا تلاش کرتے ہو۔(پھر فرمایا) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بلا شبہ میں ایسا پاکیزہ اور کامل دستور حیات لے کر آیا ہوں کہ اس میں سے تمہیں بہت سی باتوں کا علم بھی ہو جاتا ہے جو تم نے نہ پوچھی ہوں پس تم لوگ اسے تو جھوٹا سمجھتے ہو اور کسی باطل ذریعہ سے معلوم ہونے والی بات کی تصدیق کرنے لگتے ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰؑ بھی اس وقت ہوتے تو وہ میری اتباع کرتے)[60]

چند سکوں کے عوض بک جانے والے علماء یہود سے کسی صورت بھی استفادہ جائز نہیں ہو گا۔ اس تناظر میں محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ حضرت عبداللہ بن عباس کے طریق سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے اصحاب ایمان! تم اہل کتاب سے کیوں پوچھتے ہو حالانکہ تمہارے درمیان تمہارے نبی محمد عربی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب موجود ہے۔ جو میں پڑھ کر سناتا ہوں۔ جس میں باطل کا امتزاج نہیں ہے اور میں نے تم سے یہ بات یقنی طور پر کہہ دی ہے کہ اہل کتاب نے اپنی چند سکوں کے عوض بک جانے کی وجہ سے اسے اللہ کی جانب سے قرار دیتے ہیں (ایسا بے وقعت کلام) تمہیں تمہارے پاس آئے ہوئے علم یقینی سے نہیں روک سکتا جو مسائل زندگی کا حل بھی ہے۔[61]

حضرت عمر فاروق(م۔23ھ) کا کعب الاحبارؒ(م۔32ھ) کو اہل کتاب کی روایات بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا یہ بھی ان سے عدم استفادہ کی طرف اشارہ ہے:

"حضرت عمر فاروق سے روایت ہے کہ آپ نے کعب الاحبار کو بیان حدیث سے منع فرمایا اور شہر بدر کرنا چاہا(اس شرط کے ساتھ مشروط کرتے ہوئے کہ) اے کعب! تم بہر صورت پہلے والی روایات ترک کر دو ورنہ میں تمہیں ارض قردہ بھیج دوں گا"[62]

مذکور بالا احادیث کے دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل کتاب کی کتب سے روایات لینا اور ان کا بیان کرنا درست نہ ہے۔

اہل کتاب سے اخذ واستفادہ کے جواز اور عدم جواز میں مطابقت

اہل کتاب سے اخذ واستفادہ کے جواز اور عدم جواز کے دلائل کے طور پر پیش کردہ قرآن و حدیث میں غور و تمحیص کے بعد اخذ ہوتا ہے کہ اگرچہ اہل کتاب کی کتب سے استفادہ اور معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں لیکن اس سلسلہ میں انتہائی احتیاط ملحوظ خاطر رکھی جانی چاہیے۔

اس ضمن میں امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

الحق ان دین الاسلام دین معرفة واسعة،و معارفة لیست متصورة علی ما یدور فی فلک المسلمین وحدهم من تشریعات خاصة،ووقائع تتصل بتاریخ حیاتهم و جهادهم الطویل ،وانما تمتد معارفه الی معارف امم سالفة و دیانات سابقة،تاخذ منها الحق لتؤید به حقها،و تلفظ منها الباطل الذی یتفق وهدیها۔و اذا نحن نظرنا فی القرآنا لکریم ،وحدنا من آیاته البینات ما یدعو بنی الاسلام و جماعة المسلمین الی ان یرجعوا الی علماء اہل الکتاب من الیهود والنصاری،لیسالوهم عن بعض الحقائق التی جاءت فی کتبهم ،وجاء بها الاسلام فانکروها،اؤاغفلوها ،لیقیم علیهم الحجة ولعلهم یهتدون۔[63]

"حقیقت حال یہ ہے کہ دین اسلام ہمہ گیر معرفت والا دین ہے اور اس کے معارف محض مسلمانوں کی خصوصی شریعات تک محدود نہیں بلکہ اس کے معارف ام سابقہ اور ادیان سابقہ کی وسعت تک رکھتے ہیں تاکہ ان کی مدد سے حق کو حق ثابت کرنے کے لیے تائید و حمایت حاصل کی جاسکے اور باطل کا بطلان ثابت کیا جاسکے۔جب ہم قرآن پاک میں غور کرتے ہیں تو ہم ایسی واضح آیات پاتے ہیں جن میں جماعت اہل اسلام کو علماء اہل کتاب سے رجوع کی دعوت دی گئی ہے تاکہ ان کی کتب میں مذکور حقائق کی بابت آگاہی ہوسکے اور ان حقائق کی بابت دریافت کیا جائے جنہیں اسلام کی ظہور پذیر ہوتے ہی(اسلام اور نبی ﷺ کی عداوت میں)انہوں نے رد کر دیا یا ان سے غفلت کا مظاہرہ کیا۔ ان حقائق سے آگاہی کا مقصد اہل کتاب سے صحبت حاصل کرنا اور انہیں راہ حق دکھانا ہے"

تو معلوم ہوا کہ اہل کتاب سے سوال و دریافت کا بنیادی مقصد انہیں اسلام کی حقانیت سے روشناس کرانا اور انہیں تاقیامت باقی رہنے والے اس دین حق کی لڑی سے جوڑ دینا ہے جو ابدی نجات کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔

اب ہم دلائل استفادہ اور دلائل رد میں پیش کردہ احادیث نبویہ ﷺ پر غور و فکر کریں گے تاکہ دونوں نوع کے دلائل سامنے آجانے سے پیدا ہو جانے والی ذہنی الجھن کو توافق کی راہ سے رفع کیا جاسکے۔

حدیث شریف "**و حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج**" کا مطلب یہ ہے کہ وہ روایات جن کے جھوٹا نہ ہونے کا علم ہو اسے روایت کیا جاسکتا ہے اور جھوٹی روایات کا بیان کرنا جائز نہیں چونکہ فرمان رسول ﷺ ہے کہ "**اذا حدثکم اهل الکتاب فلا تصدقوهم ولا تکذبوهم** "[64] یعنی تم جب کبھی بھی اہل کتاب سے روایت لو تو نہ ان کی تصدیق کرو اور نہ ہی ان کی تکذیب کرو اس سلسلے میں یہ پہلو بھی پیش نظر رہے کہ اخذ روایت اور نظر صرف ان علماء کے لیے جائز ہے جو علوم شرعیہ اور اصول شرعیہ کی معرفت رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگ دقیق النظر ہونے کے باعث حق و باطل اور ثواب و خطا میں تمیز نہیں کر سکتے۔ جس طرح حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا عمل رہا۔ جب انہیں جنگ یرموک والے دن اہل کتاب کی کتب حاصل ہوئیں تو وہ شارح کی اجازت کے مطابق ان سے روایات کیا کرتے نہ کہ ان میں سے ہر ہر بات روایت کر دیتے۔ [65]

حافظ ابن حجرؒ (م۔852ھ) اہل کتاب سے روایت کی اباحت و ممانعت پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں:

> **وکان النهی وقع قبل الاستقرار الاحکام الاسلامیه و القواعد الدینیة خشیة الفتنة ،ثم لما زال المحظور وقع الاذن فی ذالک لما فی سماع الاخبار التی کانت فی زمانهم من الاعتبار**[66]
>
> "اہل کتاب سے ممانعت روایت احکام شریعت اور قواعد دینیہ کے پورے طور پر قائم ہونے سے پہلے اور فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے تھی پھر جب ممانعت کا یہ سبب زائل ہو گیا تو زمانے کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اخبار اہل کتاب کی سماعت اور روایت کی اجازت دے دی گئی۔"

حضرت ابن عباس (م۔68ھ) کی حدیث:

> "**کیف تسالون اهل الکتاب وکتابکم الذی انزل علی نبیه احدث الاخبار بالله۔**
>
> تم اہل کتاب سے کیوں کر دریافت کرتے ہو حالانکہ تمہارے پاس تمہارے نبی ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب موجود ہے۔ جس میں اللہ نے اخبار بیان فرمائی ہیں۔"

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ خود آپ ﷺ کا عمل یہ رہا کہ آپ اہل کتاب مسلمانوں سے انکی روایات سماعت کرتے تھے جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک محقق عالم کے لیے اہل کتاب سے روایت میں کوئی حرج نہیں۔

آیت قرآنی:

> فَسْـَٔلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ [67]
>
> "تو پھر ان لوگوں سے پوچھئے جو آپ سے پہلے سے کتاب پڑھتے آرہے ہیں" سے مراد ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان کی دولت سے بہرہ مند ہو گئے ان سے سوال کرنے کی اجازت ہے اور جو اہل کتاب ایمان نہیں لائے ان سے سوال کی ممانعت ہے۔"[68]

جہاں تک تعلق ہے حدیث جابر نسخ عمر **کتاباً من التوراۃ فجاء به الی النبیﷺ فجعل یقرا وو جه رسول الله ﷺ یتغیر۔۔۔**الخ کا تو اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ "یہ واقعہ ابتداء اسلام سے تعلق رکھتا ہے یہ دور استقرار احکام سے پہلے اور فتنہ کے اندیشہ کا دور ہے جبکہ اباحت بعد از معرفت احکام اور اختلاط کے نقصانات کا خوف ختم ہو جانے پر وارد ہوئی۔ بخاری کے شارح حدیث ہذا کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:" یہاں فرمان نبوی ﷺ سے کراہت تنزیہی ظاہر ہوتی ہے نہ کہ کراہت تحریمی اور یہاں علماء راسخین اور ان کے غیر کے درمیان فرق ظاہر ہو رہا ہے کہ صرف علمائے راسخین کے لیے اخذ و استفادہ کی اجازت ہے دوسروں کے لیے نہیں اور اس بات پر دلالت ہو گئی کہ ائمہ کا تورات سے روایت کرنا اور انہی کی کتب سے استخراج کرکے یہود پر نبوت محمدی ﷺ کی صداقت ثابت کرنا درست ہے اور اگر علماء راسخین کو یہ اجازت حاصل نہ ہوتی تو وہ اس طرح ہر گز نہ کرتے"[69]

"اس نہی کا تعلق اہل کتاب سے ان امور کے متعلق سوال کرنے سے ہے جن کے بارے میں کوئی نص وارد نہ ہوئی ہو اس لئے کہ ہماری شریعت بذات خود (تمام امور پر اطمینان بخش معلومات فراہم کرنے میں) کفایت کرتی ہے۔ لہذا اس بارے میں جب نص نہیں پائی گئی تو غیر منصوص امور میں غور و فکر اور استدلال درست نہیں اور یہ ممانعت امم سابقہ سے متعلق ایسے امور پر سوالات کو شامل نہیں جن کی تصدیق ہماری شریعت سے ہو جاتی ہے"[70]

علامہ آلوسی (م۔1270ھ) نے حدیث جابر پر برملا تبصرہ فرمایا ہے آپ یوں تحریر فرماتے ہیں: "میرے نزدیک نبی کریم ﷺ کا حضرت عمر فاروق کو اس حال میں دیکھ کر غصے کا اظہار فرمانا اس بنا پر تھا کہ یہود کے پاس موجود تورات محرف تھی اور اس میں اس تورات کی بہ نسبت کمی بیشی کر دی گئی تھی جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی اور میرے زمانے میں تو ان کا عہد 'عہد کفر ہے اگر تورات کی جانب مراجعت کا باب کھول دیا جائے اور اس زمانے میں اس کے مطالعہ کو جائز قرار دے دیا جائے تو زبردست فساد برپا ہو سکتا ہے"۔[71]

آپ ﷺ کا فرمان ہے: **لا تسلوا اهل الکتاب عن شیء فیخبروکم بحق فتکذبوا به او بباطل فتصدقوا به**۔۔الخ جہاں تک اس فرمان کا تعلق ہے تو یہاں اس بات کا اندیشہ معلوم ہوتا ہے کہ کہیں کوئی شخص نہ سمجھی میں حق بات کی تکذیب اور باطل کی تصدیق کا مرتکب نہ ہو جائے۔

حافظ ابن حجرؒ (م۔852ھ) نے حدیث "**لا تصدقوا اهل الکتاب ولا تکذبوهم**" کی شرح میں میں فرمایا کہ "اس سے مراد اہل کتاب سے مروی متحمل روایات ہیں کہ وہ فی الحقیقت سچی ہوں۔ اور تم ان کی تکذیب کر بیٹھو اور دوسری روایات جو کہ جھوٹی ہوں تم ان کی تصدیق کر بیٹھو اور تم حرج میں واقع ہو جاؤ۔"[72]

حضرت عمر فاروق نے حضرت کعب الاحبارؒ کو اہل کتاب کی روایت سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

ان کنت تعلم انها التوراۃ التی انزل الله علی موسی فاقراها آناء الیل و النهار[73]

"اگر تمہیں اس بات کا کامل علم ہو کہ یہ وہی تورات ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر نازل کی تھی تو تم اسے رات دن کے کسی حصے میں پڑھ سکتے ہو۔"

حضرت عمر کے اس فرمان میں یہ راز پوشید معلوم ہوتا ہے کہ عامۃ الناس جب کعب الاحبارؒ کی یہ روایات سنیں گے تو ان کے لیے ان میں سے حق و باطل کی تمیز ممکن نہیں ہوگی جس سے ان کے عقائد میں بگاڑ واقع ہو جائے گا۔ اور ان کی بصیرت افروز نگاہ میں مدارس قرآن و سنت کی اہمیت کعب الاحبارؒ سے مروی اہل کتاب کی روایات سے زیادہ تھی۔

اب ہمارے لیے حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس کی جانب سے لوگوں کو اہل کتاب سے سوال کرنے کی ممانعت کرنے اور خود حضرت کعب الاحبارؒ اور ان سے دیگر مسلمان اہل کتاب سے اخذ کرنے اور اہل کتاب کی کتب میں غور وفکر کرنے جیسے بظاہر متضاد افعال کے درمیان مطابقت تلاش کرنا آسان ہو گیا ہے۔ وہ یہ کہ عام لوگوں کے لیے صحیح اور غلط روایت کے مابین فرق کرنا ممکن نہیں تھا جب کہ یہ حضرات بذات خود حق و باطل میں امتیاز کر سکتے تھے۔ لہذا ان کے لیے اہل کتاب کی کتابوں میں غور وفکر اور اہل کتاب کی روایات کا اخذ کرنا جائز تھا۔

حاصلِ بحث ونتائج:

اہل کتاب سے اخذِ روایات کی بابت قرآن مجید اور آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ پر غور وفکر کرنے سے کہیں تو ایسے دلائل وبراہین پیشِ نظر آتے ہیں جن سے اہل کتاب سے روایات لینے کی اباحت معلوم ہوتی ہے اور بعض مواقع پر ان سے استفادہ کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ تاہم درج بالا بحث کا عمیق جائزہ لینے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

1۔ آغاز اسلام میں اہل کتاب سے اخذ و استفادہ کی ممانعت تھی تاہم استقرار احکام کے بعد مخصوص شرائط کے ساتھ ان سے روایات کے اخذ و قبول کی گنجائش نکل آتی ہے۔

2۔ اہل کتاب سے اخذ و قبول اور استفادہ کی اجازت صرف اور صرف ان علماء کو ہے جو علمی ثقاہت ورسوخیت کے ساتھ ساتھ اصول و علوم شرعیہ سے فہم و ادراک رکھتے ہیں۔

3۔ صرف ناگزیر حالات اور مواقع پر ہی اہل کتاب کی روایات سے استفادہ کیا جائے اور عدم استفادہ اور اخذ و قبول کی حتی المقدور کوشش کی جائے۔

4۔ اہل کتاب کی ایسی روایات جن کا تعلق عقائد اسلام سے ہو ان روایات کے اخذ و استفادہ سے گریز کیا جائے۔ نیز صرف وہ روایات قبول کی جائیں جن کی توثیق و تصدیق اسرار شریعت اسلام سے ہو جائے۔

5۔ عصری تقاضوں اور رجحانات کو پیش نظر رکھ کر اہل کتاب کی روایات سے استفادہ کیا جانا ضروری امر ہے۔

6۔ اہل کتاب میں سے صرف ان لوگوں سے اخذ کی جاسکتی ہیں جو دینِ اسلام سے کامل وابستگی رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی حقانیت و صداقت کو تہہ دل سے قبول کرتے ہیں۔

7۔ نوخیز نسلِ اسلام کے سامنے ان روایات کو پیش کرنے سے پرہیز کیا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے عقائد میں بگاڑ پیدا ہو جائے کیونکہ یہ صحیح اور سقیم میں امتیاز کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔

8۔ اہل کتاب کی روایات کے اخذ و استفادہ کی بابت اہل کتاب کی کتابوں میں مذکور حقیقت و اصلیت سے آگاہی اور امم سابقہ کی اسلام سے عداوت و بغض کے وجوہ و اسباب معلوم کرنا جائز ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 ال عمران 187:3

2 المائدہ 70:5

3 اہل کتاب کے مسائل واحکام، انڈیا: اسلامک فقہ اکیڈمی، 2017، ص283

4 الموسوعۃ الفقہیۃ، انڈیا: اسلامک فقہ اکیڈمی، 140/7

5 الراغب الاصبھانی، ابوالقاسم الحسین بن محمد بن المفضل، المفردات فی غریب القرآن، بیروت۔ لبنان: دار المعرفۃ، 1422ھ، زیر مادہ 'کتب'

6 الزبیدی، تاج العروس من جواھر القاموس، بیروت۔ لبنان: دار الفکر، 1414ھ، زیر مادہ 'کتب'

7 الجصاص، ابوبکر، احکام القرآن، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س۔ن، 118/3

8 فضل الرحمٰن سید، احسن البیان فی تفسیر القرآن، کراچی: زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، 1996، ص33

9 قاضی محمد حسن ندوی، المغنی مع الشرح الکبیر، 501/7

10 وہبہ الزحیلیؒ، الدکتور، الفقہ الاسلامی وادلتہ، 7 کراچی: صدر دار الاشاعت، 152/7

11 الشہرستانی، الامام ابوالفتح محمد بن عبد الکریم، الملل والنحل، موئسستہ الکتب الثقافیۃ، بیروت: 1998، الباب الثانی، 155/1

12 الماتریدی، الامام ابی منصور محمد بن محمد بن محمود، تاویلات اھل السنۃ، تفسیر الماتریدی، بیروت: لبنان، دار الکتب العلمیۃ، 2005، زیر آیت 29 من التوبہ 373/5

13 الجصاص، الامام ابوبکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، بیروت: لبنان، دار الکتب العلمیۃ، س ن، زیر آیت 29 من التوبہ 121/3، 120

14 القرطبی، ابوعبد اللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، زیر آیت 29 من التوبہ 71/8

15 ابن نجیم، علامہ، البحر الرائق، 181/3

16 الانبیاء 7:21

17 الخازن، علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی، لباب التاویل فی معانی التاویل، بیروت: دار الفکر، 92/1979،4

18 ابن عجیبۃ، احمد بن محمد الادریسی الشاذلی، بیروت: دار الکتب العلمیہ، طبع دوم، 35/2002،4

19 اہل کتاب سے متعلق مسائل واحکام، انڈیا: اسلامک فقہ اکیڈمی، ص273

20 عثمانی، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی: ادارۃ المعارف، 1389ھ، 1991ء۔ 2/112

21 آلوسی ابوالفضل شہاب الدین سید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، مصر: ادارۃ الطباعۃ المصریہ، س ن۔ 2/85

22 ذہبی، الدکتور محمد حسین، الاسرائیلیات فی التفسیر والحدیث، ص45

23 یونس 94:10

24 شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، لاہور: پاک کمپنی، س ن، ص290

25 ذہبی، الدکتور محمد حسین، الاسرائیلیات فی التفسیر والحدیث، مصر: مکتبہ وھبۃ، ص45

26 الرعد 43:13

27 قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر المظہری، حیدر آباد دکن: مجلس اشاعت العلوم، س۔ن، 5/39

28 الاحقاف 10:46

29 عثمانی، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی: ادارۃ المعارف، 1389ھ، 1991ء 2/112

30 احمد بن حنبل، المسند بشرح احمد شاکر، مصر: دار المعارف، 1367ھ، 1948ء، 6/23۔24

31 القشیری، امام مسلم بن حجاج بن مسلم، الجامع الصحیح کتاب الفتن، باب القصۃ الجساسۃ، کراچی: قدیمی کتب خانہ، س۔ن، 2/404

32 ذہبی شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ، حیدر آباد دکن: مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیہ، 1333ھ، 1/26

33 ایضاً، 1/39

34 ابن کثیر، اسمٰعیل بن عمرو، تفسیر القرآن العظیم، مصر: دار احیاء الکتب العربیۃ، س۔ن، 3/102

35 ذہبی شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ، حیدر آباد دکن: مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیہ، 1333ھ، 1/34

36 بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الصحیح، کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، کراچی: قدیمی کتب خانہ، 1381ھ، 1961۔ 1/491

37 ایضاً

38 المائدہ 41:5

39 اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، لاہور: دار الاشاعت الاسلامیہ، 1391ھ، 1971ء، 2/94-95

40 فضل الرحمٰن سید، احسن البیان فی تفسیر القرآن، کراچی: زوار اکیڈمی، س۔ن، 3، /88

41 النساء 156:4

42 فضل الرحمٰن سید، احسن البیان فی تفسیر القرآن، کراچی: زوار اکیڈمی، س۔ن، 2/395

43 البقرہ 75:2

44 شوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر، بیروت: دار احیاء التراث، س۔ن، 1/237

45 عثمانی، مفتی محمد شفیع، معارف القران، 1/248-249

46 البقرہ 101:2

47 شوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر، بیروت: دار احیاء التراث، س۔ن، 1/119؛ محمد احمد، درس قرآن، کراچی: ادارہ اشاعت القرآن، 1408ھ، 1988ء 1/394

48 عثمانی، شبیر احمد، شیخ الاسلام، تفسیر عثمانی، لاہور: پاک کمپنی، س۔ن، ص19

49 البقرہ140:2

50 عثمانی، شبیر احمد، شیخ الاسلام، تفسیر عثمانی،لاہور: پاک کمپنی، س۔ن، ص26

51 الکہف22:18

52 عثمانی، مفتی محمد شفیع، معارف القران،5/ 580

53 الحجرات6:49

54 بلگرامی، حامد حسن ڈاکٹر، فیوض القران، کراچی: ایم ایچ سعید کمپنی، س۔ن،3/ 28

55 حمید نسیم، تعارف الفرقان، کراچی: فضلی سنز،1996ء،5/ 266

56 البقرہ79:2

57 عثمانی، مفتی محمد شفیع، معارف القران،1/ 51-52

58 محمد علی، بیان القران، لاہور: مطبع کریمی،1340ھ،1/ 83

59 بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قولہ قولوا امنا باللہ وما انزل الینا،2/ 644

60 ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، مصر: مطبعۃ الحلبی وطبعۃ المطبعۃ البھیۃ المصریہ،1378ھ،17/ 209

61 بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، کتاب الشھادات، باب لایسئل اھل الشرک عن الشھادۃ وغیرھا،1/ 369

62 ابن کثیر اسمٰعیل بن عمر، البدایۃ والنھایۃ، مصر: مطبعۃ کردستان العلمیہ، س۔ن،8/ 108

63 ذہبی، محمد حسین، الاسرائیلیات فی التفسیر والحدیث، مصر: مکتبہ وھبۃ،1406ھ،1986ء، ص46

64 ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، کتاب الاحادیث الانبیاء، مصر: مطبعۃ الحلبی وطبعۃ المطبعۃ البھیۃ المصریہ،1378ھ،6/ 388

65 ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مقدمہ فی اصول التفسیر، دمشق: المطبعۃ السلفیۃ، س۔ن، ص45

66 ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، کتاب الاحادیث الانبیاء، مصر: مطبعۃ الحلبی وطبعۃ المطبعۃ البھیۃ المصریہ،1378ھ،6/ 388

67 یونس94:10

68 ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، کتاب التوحید، مصر: مطبعۃ الحلبی وطبعۃ المطبعۃ البھیۃ المصریہ،1378ھ،17/ 100

69 ایضاً،ج17، ص309

70 ایضاً،ج17، ص100

71 آلوسی، شھاب الدین، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و سبع المثانی،20/ 84

72 ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، کتاب التفسیر، مصر: مطبعۃ الحلبی وطبعۃ المطبعۃ البھیۃ المصریہ،1378ھ،8/ 38

73 ابن حزم، ابو محمد علی الظاہری، الفصل فی الملل والاھواء والنحل، مصر: المطبعۃ الادبیۃ،1،1317/ 317